کیفیتِ ورودِ حدیث

محمد رمضان نجم باروی☆

Abstract:

"The main source of the Holy Prophet's (ﷺ) biography is the hadith itself. The companions of the Prophet(ﷺ) have narrated Prophet's (ﷺ) life with extreme wisdom and keen devotion. While narrating the Holy Prophet's (ﷺ) traditions, they have described every aspect of his(ﷺ) life. They have comprehensively covered all the expressions made during the conversations with all their integrity. His (ﷺ) physical gestures during the narration of Hadith are also a permanent and very important aspect of Biography and principles of Hadith. There are so many examples mentioned in the books of Hadith. The article addresses the diffrent situations lying in the background in this regard."

تعریف کیفیت ورودِ حدیث:

نبی ﷺ کا گفتگو فرماتے ہوئے کیا انداز تھا، آپ کھڑے تھے، بیٹھے تھے، لیٹے تھے، متبسم تھے، غصے میں تھے، آواز بلند تھی یا پست، گفتگو کے دوران بات کو سمجھانے کے لیے کوئی اشارہ فرمایا یا نہیں گفتگو زبانی فرمائی یا لکھوا کر کسی سے خطاب فرمایا۔ کلام فرماتے آپ کے جسم مبارک پر ظاہری طور پر کیا کیا اثرات نمودار ہوئے یہ سب کچھ کیفیتِ وُرودِ حدیث میں بیان کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ اگر اس کے ضمن میں سامعین کی کیفیت سماعت، اثراتِ کلام اور صحابہ کرام کے حالات کا بھی احاطہ کیا جائے تو اس کی بھی

☆پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ وعربی، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

گنجائش ہے۔ اسی طرح اس موضوع کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ کیفیتِ متکلم، کیفیت کلام اور کیفیت سامع اور ان تینوں اقسام کو شامل تعریف کیا جائے تو یہ تعریف ممکن ہے۔

وُرودِ حدیث کے دوران، کلام، متکلم یا مخاطب میں اختیاری یا غیر اختیاری رونما ہونے والی کیفیت یا حالت کو کیفیتِ وُرودِ حدیث کہا جائے گا۔ اس تعریف میں کلام، متکلم اور مخاطب کی کیفیات کا احاطہ کیا گیا ہے اور تعریف میں وسعت پیدا کی گئی ہے۔ اور اگر صرف کیفیت متکلم سے بحث کی جائے تو پھر اس تعریف کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

وُرودِ حدیث کے دوران نبی کریم ﷺ کے ظاہری اعضاء کی حرکات وسکنات، وضع اور جسم مبارک میں ظاہر ہونے والی کیفیات سے بحث کرنا، کیفیتِ وُرودِ حدیث کہلائے گا۔

فوائدِ معرفت:

بہت سارے پیغامات کیفیت وحالت سے بھی دوسروں تک منتقل ہوتے ہیں۔ کیفیت متکلم سے بہت کچھ سیکھا اور سمجھا جا سکتا ہے۔ بسا اوقات خاموش انسان کی حالت کسی چیز کی طلب، کسی چیز سے کراہت اور پسند وناپسند پر دلالت کر رہی ہوتی ہے۔

> ''سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے وصال کے دن عبدالرحمن بن ابی بکرؓ حاضر خدمت ہوئے جب کہ آپ کو میں نے اپنے سینے کے ساتھ سہارا دے کر بیٹھی ہوئی تھی اور عبدالرحمن کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی جو وہ کر رہے تھے۔ تب نبیؐ نے اُن کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھا تو میں نے اُن سے مسواک لے کر چبایا اور نرم کر کے آپ کو پیش کیا تو آپ نے مسواک فرمایا۔''(۱)

حدیث مذکور میں نبیؐ کی خاموشی کے ساتھ بامعنی چشم کرم کا متوجہ فرمانے کے انداز کو بیان کیا گیا ہے جسے آپ کی محرمہ راز زوجہ اُم المؤمنین سیدہ عائشہؓ نے فوراً سمجھ لیا۔

> ''ایسے ہی دورانِ گفتگو، کوئی بات سن کر یا کسی واقعے کو دیکھ کر آنکھوں سے سیلاب ِ اشک رواں ہونا کبھی دُکھ کی علامت ہوتا ہے تو کبھی مسرت وشادمانی کی دلیل ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے حضرت سیدنا ابراہیمؓ کا وصال ہوا تو اس وقت نبی کریم ﷺ کی آنکھیں اشکبار تھیں اور آپ زبان سے بھی فرما رہے تھے۔ آنکھیں اشک بار اور دل غمزدہ ہے۔ اور حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے ابن عوف! یہ تو رحمت ہے بے شک آنکھیں اشک بہا رہی ہیں، دل غمزدہ ہے لیکن ہم وہی بات اپنے منہ سے نکالیں گے جو ہمارے رب کو پسند ہوگی اور اس کو راضی کر دے (اور پھر فرمایا) اے ابراہیم! ہم تیرے فراق میں غمزدہ ہیں۔''(۲)

حدیث بالا میں رنجیدہ دل کی حالت کو اشک روانی سے ظاہر فرمایا اور چشم مبارک سے آنسوؤں کے نکلنے کی کیفیت کی خود وضاحت فرمائی اور فرمایا کہ یہ آنسو غمزدہ دل کے عکاس ہیں اور رحیم وکریم باپ کی اپنے بیٹے کے ساتھ انتہائی محبت کی علامت ہیں لیکن اندرونی کیفیت کا اظہار ظاہری کیفیت سے کیا، زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہ نکالو جس سے اللہ کریم جل وعلا کے فیصلے پر کسی قسم کے اعتراض و ناخوشی کا وہم بھی پیدا ہو۔

کبھی خاموش انسان کے چہرے کے تیوروں سے سکوت شکستہ ہو جاتا ہے۔ دل کی اندرونی کیفیت کا پول کھل جاتا ہے۔ اور کبھی رُخسار پر ظاہر ہونے والی رنگت خاموش انسان کے غم وغصہ، پسند وناپسند اور جمال وجلال کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔

خصوصاً ایسا انسان جس کا ہر قول، فعل، کیفیت، حالت، اشارہ، پسند وناپسند، خاموشی، کلام، حرکات وسکنات اور دیگر کیفیات شریعت، توضیح شریعت اور سرچشمہء دین ہو تو ایسی ذات ستودہ صفات کی ہر ہر ادا اور ہر ہر کیفیت کو جاننا، پڑھنا، ضبط میں لانا اور اُن میں چھپے اسرار کو سمجھنا، اُن کیفیات کا اپنے اوپر طاری کرنا، اُن اداؤں کو ادا کرنا نہ صرف یہ کہ معراجِ محبت ہے، تکمیل ایمان ہے، بلکہ تقویٰ کی سند اور اعتباریت ہے۔

اس جہت سے حدیث پاک کا مطالعہ اپنوں اور غیروں کو ضرور حیرت انگیز طور پر متاثر کرے گا کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام نے آپ کی گفتگو کو کس منفرد انداز میں سنا، آپ کو کس محبت کے انداز میں دیکھا، اور آپ کی سیرت وکردار، حالات وکیفیات کو کس قدر باریک بینی سے دیکھا کہ جس سے کسی شخصیت کو پڑھنے کا ایک منفرد باب رقم کرکے اور بتا دیا کہ کسی کو کیسے پڑھتے اور جانتے ہیں، مشاہدہ، معائنہ اور ملاحظہ کہاں تک کیا جاسکتا ہے؟ بصیرت وبصارت کا اجتماع کیسے ہوتا ہے، ظاہر وباطن کو ہمہ تن گوش کیسے کرتے ہیں، خلاصہء کائنات کے مبارک حالات کو بیان کرکے آپ کے مجلس نشین اہل محبت نے فکر کو نئے زاویئے کیسے بخشے ہیں؟ پھر اہل ایمان کے لیے حدیث مبارک اور سیرت کا اس زاویئے سے مطالعہ اس لیے بھی اہمیت رکھتا ہے کہ ان اداؤں کو پڑھنا اور پھر ادا کرنا۔

جو ادائیں اللہ تعالیٰ کے محبوب کی ہیں اور اللہ کو محبوب ہیں اور محبوبیت الٰہیہ کو حاصل کرنے کا ذریعہ بھی ہے اور یہ صرف کیفیات ہی نہیں بلکہ مآخذ نیز عبادت واحکامات بھی ہیں۔ کیفیات ورودِ کلام کا جس باریک بینی، جذبہ ایمانی اور محبت سے مطالعہ کیا جائے گا اُتنا ہی حکمت الٰہیہ کو سمجھنے میں مدد ملے گی، بہت ساری علمی گتھیاں، ایک ہی کیفیت اور حالتِ نبوی سے سمجھی جاسکتی ہیں۔

اقسامِ کیفیتِ وُرود:

کیفیتِ حدیث پر کلام: اس میں دو طرح سے حدیث کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ زبانی گفتگو اور

تحریری گفتگو اور یہ حدیث کی دو ابتدائی اقسام بھی ہیں۔

اکثر اوقات نبیؐ نے زبانی، فی البدیہہ اور بالمشافہ کلام فرمایا لیکن بعض اوقات آپ نے تحریراً بھی گفتگو یا کلام فرمایا یعنی آپ نے اپنا ارشاد لکھوا کر کسی کی طرف بھیجا۔ مثلاً آپ کے خطوط و مراسلات جو مختلف سلاطین کی طرف ارسال فرمائے گئے اور آپ کے معاہدات جو آپ کے حکم و مشورے سے ضبط تحریر میں لائے گئے جیسے صلح حدیبیہ کا معاہدہ، اسی طرح نبی کریم ﷺ نے زبانی پیغام دے کر کسی اپنے غلام کو کسی کی طرف بھیجا تو یہ بھی زبانی اور غیر تحریری گفتگو کی ایک خاص اور مستقل قسم ہے۔

کیفیتِ متکلم/ کیفیتِ نبی ﷺ:

یہ ایک طویل بحث ہے جس میں سینکڑوں احادیث پیش کی جاسکتی ہیں لیکن مشتے ازخروارے چند امثلہ ذیل میں لکھی جاتی ہیں جن سے نبی کریم ﷺ کی دورانِ کلام کیفیت وحالت کا مطالعہ کرنے میں مدد ملے گی۔

کھڑے ہو کر خطبہ دینا:

عن جابر بن سمرة رضی الله عنه قال: کانت للنبی ﷺ خطبتان یجلس بینهما یقرأ القرآن ویذکر الناس۔

اور دوسری روایت میں ہے:

"فکانت صلوته قصداً و خطبته قصداً۔"(۳)

"حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (جمعہ کے) دو خطبے دیتے جن کے درمیان بیٹھتے تھے اور قرآن حکیم پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت فرماتے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کی نماز بھی معتدل ہوتی اور خطبہ بھی معتدل ہوتا۔"

اس حدیث میں آپ ﷺ کے کھڑے ہو کر خطبہ دینے کا ذکر ہے جو دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے سے واضح ہو رہا ہے اور پھر نماز و خطبہ میں اعتدال کا ہونا بھی آپ کے فعل کی کیفیت ہے جو حدیث مذکور سے سمجھی جا رہی ہے۔

اثناء کلام میں آواز کا بلند ہونا اور آنکھوں کا سرخ ہونا:

"عن جابر رضی الله عنه قال: کان رسول الله ﷺ إذا خطب احمرّت عیناه واشتدّ غضبه حتی کانّه منذر جیش یقول صبحکم ومساکم ویقول بعثت انا والساعة کهاتین ویقرن بین السبابة والوسطیٰ۔"(۴)

"حضرت جابر بیان فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آپ کا غصہ سخت ہو جاتا، ایسے لگتا کہ آپ کسی ایسے لشکر سے

ڈرا رہے ہیں جس کے بارے فرماتے ہیں کہ وہ صبح کو اور شام کو تم پر حملہ آور ہونے والا ہے اور فرماتے ، مجھے اور قیامت کو ان دو انگلیوں کی طرح بھیجا گیا ہے اور آپ اپنی شہادت اور درمیان والی انگلی کو ملا کر اشارہ فرماتے ۔''

اس حدیث میں افصح العرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کئی کیفیات کا ذکر ہے، آواز کا بلند ہونا، جو کہ ایک فطری عمل ہے۔ آپ کی آنکھوں کا جلالت الٰہیہ کے مظہر ہونے کی حیثیت سے یا خوفِ خدا سے سرخ ہونا، اپنے اور قیامت کے درمیان شدت اتصال کو بیان کرنے کے لیے دو انگلیوں کو ایک خاص کیفیت کے ساتھ ملانا، یہ سب کیفیات متکلم ہیں اور ان تمام کیفیات واحوال سے فہم حدیث، اہمیت موضوع، قیامت کی سختی، اس کی تیز رفتاری سے آمد، قرب قیامت، مسئلہ ختم نبوت اور تقاضا ہائے جبلت وفطرت کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

عدم رضا کا کیفیت رُخ مبارک سے معلوم ہونا:

"عن جابر أنّ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنهما أتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنسخة من التوراة فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هذه نسخة من التوراة، فسکت علیه الصلوة والسلام فجعل یقرء، ووجه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتغیّر، فقال ابوبکر (رضی اللہ عنه) ثَکِلَتْکَ الثّواکل ما تری بوجه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ فنظر عمر (رضی اللہ عنه) إلی وجه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فقال: اعوذ باللہ من غضب اللہ ورسوله (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رضینا باللہ ربّا وبالاسلام دینا وبمحمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نبیا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والذی نفس محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیده لو بدالکم موسیٰ (علی نبینا وعلیه الصلوة والسلام) فاتّبعتموه وترکتمونی لضَللتم عن سواء السبیل ولو کان حیا وادرک نبوتی لأتبعنی۔"(۵)

''حضرت جابر بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں تورات کا ایک نسخہ لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ توراۃ ہے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے تو حضرت عمرؓ نے اُسے پڑھنا شروع کر دیا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہو گیا، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تم کو رونے والی روئیں کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک کو نہیں دیکھتے ہو؟ تب حضرت عمرؓ نے دیکھا تو فوراً عرض کیا میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے ، اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ اس پر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں

محمد ﷺ کی جان ہے اگر آج حضرت موسیٰ علی نبیناً ظاہر ہوجائیں اور تم مجھے چھوڑ کر اُن کی پیروی کرنے لگ جاؤ تو سیدھی راہ سے بھٹک جاؤ گے اور اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو وہ بھی بہر صورت میری ہی پیروی کرتے۔''

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کی جس کیفیت کا کر ہے اُس سے آپ کی ناپسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے یا یوں کہیے کہ اس میں جس ناپسندیدگی کو محسوس کیا گیا وہ کیفیت سے ہی حاصل ہوئی ہے۔ اگر بعد میں آپ کچھ وضاحت نہ بھی فرماتے تو نگاہِ صدیق آپ کی ناپسندیدگی اور غضب وغصے کو پہچان چکی تھی، یہی وجہ ہے کہ سید الانبیاء ﷺ کے فرمان سے پہلے ہی جناب صدیق اکبرؓ، حضرت عمر فاروقؓ کو اس کیفیت کے ذریعے نبیؐ کے غضب کی طرف متوجہ فرما چکے تھے، حدیث مذکور سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ بسا اوقات نبی کریم ﷺ کی صرف کیفیت ظاہری سے بھی مسائل کا اخذ واستنباط ہوجاتا تھا۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر خاموشی رضا نہیں ہوتی بلکہ کبھی سکوت دلیل غضب بھی ہوتا ہے۔ مزید برآں اس واقعے سے جناب صدیق اکبرؓ اور جناب عمر فاروقؓ کی فکر وفہم اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تعلق میں فرق بھی واضح ہوتا ہے کہ فاروق اعظمؓ تو آپ کی خاموشی کو رضا سمجھے اور تورات کی تلاوت میں مشغول ہوگئے جب کہ جناب صدیق اکبرؓ چہرۂ نبوت پہ ظاہر ہونے والی کیفیات کی تلاوت میں منہمک ہوگئے جو کہ اُن کی عادت تھی اور سکوت حبیب میں چھپی ہوئی رضا یا عدمِ رضا کو تلاش کرنے لگے اور سکوتِ نبی کریم ﷺ اور آپ کے چہرۂ انور کی کیفیات سے جان گئے کہ یہ خاموشی رضا کی خاموشی نہیں اس میں عدمِ رضا اور ناراضگی کا رنگ غضبِ الٰہی کو دعوت دے رہا ہے۔

خوف وسرور کی کیفیت:

''عن عائشة رضی اللہ عنها: قالت ما رأیت رسول اللہ ﷺ مستجمعا ضاحکاً حتّٰی أری منه لهواته إنما کان یتبسم فکان اذا رأی غیماً او ریحاً عرف فی وجهه۔''(٦)

(سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو ایسے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کا حلق نظر آجائے بلکہ آپ صرف تبسم فرماتے تھے، لیکن آپ جب بادل یا ہوا کو دیکھتے تو آپ کی (اندرونی کیفیت) چہرۂ انور سے پہچانی جاتی تھی۔)

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال کے ساتھ ساتھ آپ کے رُخ زیبا پر وارد ہونے والی کیفیات اور جسم معبر کے حالات کو جان کر، آپ کے خوف وسرور، سکون واضطراب اور ان سے مستنبط ہونے والے عقائد ومسائل کو نہ صرف حاصل کرتے بلکہ ان کیفیات کے تقاضوں میں شریک ہوجاتے، ایک دوسری روایت میں ہے:

"إذا تخیلف السماء تغیر لونه و خرج و دخلَ و اقبل و ادبر فإذا مطرت سرّی عنه فعرفت ذلک عائشة (رضی الله عنها)۔"(۷)

گھر سے نکلنا، داخل ہونا، کبھی آگے پیچھے چلنا یہ کیفیات مصطفی ﷺ ہیں جن کو صحابہ کرام جانتے ان کیفیات کی ابتداء و انتہاء کو بھی پہچان لیتے اور حدیث مبارک کی روایت میں کیفیات کا روایت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک ان کی اہمیت و افادیت مسلمہ تھی، اسی لیے اُن کو بیان کرنا انہوں نے ضروری سمجھا گیا۔

نماز میں کیفیت:

"عن مطرف عن أبیه قال رأیت رسول الله ﷺ وفی صدره ازیز کإزیز الرخی من البکاء۔"(۸)

(حضرت مطرف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو آپ کے سینے سے رونے کی وجہ سے ایسی آواز آتی تھی جیسے ہنڈیا کے اُبلنے یا جوش مارنے کی آواز ہوتی ہے۔)

اس جگہ امام رازی کا اس کیفیت پر تبصرہ کا ذکر لطف و سرور سے خالی نہ ہوگا۔ آپ لکھتے ہیں:

''جب مصر کی عورتوں کے دلوں پر حسن یوسفؑ کا غلبہ ہوا تو اُنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور اُن کو علم تک نہ ہوا جب بشر کے بارے میں بے خودی اور سرشاری ممکن ہے تو جس دل پر جمال حقیقی اور حسن لم یزلی اور اُس کی عظمت کا غلبہ ہو تو اُس کا اس قدر بے خود اور مستغرق ہونا تو بدرجہ اولیٰ ممکن ہے۔''(۹)

اور اگر یہ استغراق وانہماک قلب سید الرسل اور عبدِ کامل ﷺ کا ہو تو ایسی کیفیت کا پیدا ہونا اور بھی یقینی اور حتمی ہو جاتا ہے۔

سماعِ قرآن میں کیفیت:

"عن ابن مسعود رضی الله عنه قال: قال لی النبی ﷺ، إقرأ علی قلت: أقرأ علیک و علیک أنزل ؟ قال: فإنی أحبُ أن أسمعه من غیری، فقرأت علیه سورة النساء حتی بلغت، {فَکَیْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ أَمَّةٍ بِشَہِیْدٍ وَ جِئْنَا بِکَ عَلَی ھٰؤُلَاءِ شَہِیْداً}۔ قال: امسک، فإذا عیناه تذرفان۔"(۱۰)

(ابن مسعودؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ! میں نے عرض کیا کہ میں آپ کو سناؤں حالانکہ قرآن تو آپ کی ذات

بابرکات پہ نازل ہوا ہے؟ فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اپنے علاوہ کسی اور سے سنوں، ابن مسعود فرماتے ہیں، میں نے سورۃ النساء کی تلاوت شروع کی یہاں تک کہ میں اس جگہ پہنچ گیا {فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا} تو آپ نے فرمایا: رُک جاؤ! اس وقت آپ کی آنکھیں اشک ریز تھیں۔)

اور مسلم کی روایت کے آخر میں یہ کلمات ہیں:

"رفعت رأسي أو غمزني رجلٌ إلى جنبي فرفعت رأسي فرأيت دموعه تسيل۔"(۱۱)

(میں نے سر اُٹھایا، یا ایک شخص نے میرے پہلو میں انگلی چبھو کر مجھے متوجہ کیا اور میں نے سر اُٹھا کر دیکھا تو نبی کریم ﷺ کی چشمانِ مقدس سیل اشک بہا رہی تھی۔)

یہ وہ کیفیات ہیں کہ جن سے نبیؐ کے قلب مبارک میں خشیت الٰہی، معرفتِ خداوندی، نماز پڑھنے میں خشوع وخضوع اور سماع قرآن حکیم کے دوران آپ کے انداز پر روشنی پڑتی اور عبادت گزاروں اور قرآن حکیم کے قاریوں کے لیے آداب عبادت وتلاوت پر ضوافشانی ہوتی۔

نزول وحی کے وقت کیفیت:

کیفیت نزول وحی کی حدیث میں سیدہ عائشہ سے مروی ہے:

"ولقد رأيته ينزل عليه الوحي في اليوم الشديد البرد فيفصهم عنه وإن جبينه ليتفصد عرقاً۔"(۱۲)

(اور میں آپ ﷺ کو دیکھا کہ سخت سردی میں آپ پر وحی نازل ہوتی پھر وہ ختم ہوجاتی اور آپ کی کیفیت یہ ہوتی کہ آپ کی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا ہوتا۔)

یہ حدیث نزول وحی کے وقت آپ کی کیفیت کو بیان کرتی ہے اور اس کیفیت سے وحی کی حقیقت، کیفیت اس کے اثرات، اور نبی کریم ﷺ کے جسم مبارک پر اُس کے ظہور کے متعلق بہت ہی نفیس مسائل پر روشنی پڑتی ہے اور کیفیت مصطفی ﷺ کئی سوالات کے جوابات کی طرف اشارہ کررہی ہے۔

اجتماعِ کیفیات:

"عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: خرج رسول الله ﷺ معيني في الاستسقاء متبذلاً، متواضعاً، متخشعاً، متضرعاً۔"

(ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ استسقاء کے لیے نکلے تو آپ کی حالت یہ تھی کہ سراپا عاجزی اور سراپا خشوع وخضوع تھے۔)

دوسری روایات کا ہی خلاصہ یہ ہے کہ آپ عام اور سادہ لباس میں تشریف لائے حتیٰ کہ عیدگاہ

پہنچے تو عام خطبوں کی طرح خطبہ نہ دیا بلکہ آپ دعا کرتے، آہ وزاری اور اللہ جل شاہ کی کبریائی بیان کرتے رہے اور آپ نے ایسے نماز پڑھی جیسے عید کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ (۱۳)

حدیث مذکور میں ایک بھی وقت میں ایک ہی قسم کی مختلف کیفیات و حالات آپ ﷺ کے ظاہری اعضاء مبارکہ سے ظاہر ہونے کا کتنی جامعیت وخوب صورتی کے ساتھ ذکر ہے اور آپ ﷺ کی اندرونی کیفیات کا مطالعہ کرنے کے لیے نبوت ورسالت کی کتاب حقیقت کے مختلف ابواب کو قدرے اس حدیث میں کھولا گیا ہے۔ لباس عاجزانہ، زبان پہ الفاظ انکسارانہ، قلب وروح میں خشوع وخضوع کا تلاطم اور چشمانِ مقدسہ سے سیل اشک کی روانی، ایسی کیفیات سے جب محبوب اپنے محب حقیقی سے کچھ طلب کرے تو پھر قبولیت واجابت نے تو آگے بڑھ کر گلے سے لگانا ہی تھا جیسے دعا اور طلب گویا سنوری ہوئی دلہن تھی۔

صحابہ علیہم الرضوان جو خشک سالی کی شکایت لے کر آئے تھے، وہ ابھی مشام طلب ہی میں تھے کہ بہنے والی سرگیں اور ''ما زاغ البصر'' کی شانِ عالی کی حامل آنکھوں سے ٹپکنے والے مبارک آنسوؤں کے بدلے، محب حقیقی نے عرب کی وادیاں کناروں تک بھر کر بہا دیں۔ اب بارش کے قطرے قطرے کو ترسنے والے اپنی پناہ گاہوں کی طرف بھاگ رہے تھے اور سرچشمہء رحمت ورأفت تبسم کناں تھے۔ ایسا تبسم کہ جس میں فرطِ مسرت کے اظہار کے لیے کچھ ایسا مبالغہ تھا کہ جیسے ہنس رہے ہوں۔ دندان مبارک ظاہر ہو کر اپنے بے پناہ حسن وجمال سے بارش کے نور جیسے شفاف قطروں کو شرمندہ کر رہے تھے اور صحابہ کرام بارش سے بچنے کے لیے بھاگ بھی رہے تھے اور ثنا یا ور باعیات رسالت کے سامنے بارش کے قطرات کی شرمندگی کا تماشا بھی پوری گہرائی و گیرائی کے ساتھ ملاحظہ کر رہے تھے۔

اس موقع پر فخر رسالت ﷺ نے فریضہء نبوت کو کچھ ایسے منفرد انداز میں نبھایا کہ رہتی دنیا تک تبلیغ وارشاد کا منصب انگشت بدنداں بھی رہے گا اور تعجب خیز آنکھوں سے ایسے انداز کا طالب بھی۔

صحابہ کرام کے ایمان میں پختگی، حرارت اور تلاطم پیدا فرمانے کے لیے فرمایا:

''أشهد أن الله على كلّ شئ قدير و أنى عبد الله و رسوله۔''(۱۴)

(میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے اور میں بھی یقیناً اُس کا عبدِ کامل اور رسول ہوں۔)

ان کلمات فصاحت و بلاغت کی تقاضائے حال کے ساتھ جو مناسبت ہے حال نے ایسی مناسبت بہت کم دیکھی ہوگی، اپنی رسالت کی حقانیت، صداقت، عبدیت کی بارگاہِ معبودیت میں مقبولیت، دربارِ مالک میں منصب محبوبیت اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بے مثال قدرت کو ان دو جملوں میں ایسی خوب صورتی سے سمو دیا ہے کہ آج بھی اس حدیث شریف کا قاری اگر ایمان کی حلاوت سے مطالعہ کرے تو اُن کیفیات کا فیضان اس کو بھی نصیب ہو سکتا ہے۔

حدیث مذکور میں کیفیات کا ہجوم دیکھئے، حضورت رحمتِ عالم ﷺ پر کیفیات کا ورود، بارش کی کیفیت، حاضرین وسامعین کی کیفیت اور اس کے ساتھ ساتھ سبب ورودِ حدیث، مقام ورود، زمانِ ورود، سب کیفیات واسباب اس حدیث مبارک میں ایسے پیارے انداز میں جمع ہیں کہ محقق ایک مرتبہ تو بے اختیار سبحان اللہ! کہنے کے لیے رُک ہی جاتا ہے اور یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ اس تحقیق کو الفاظ کا جامہ پہنانے کے لیے اور سطور میں پرونے کے لیے کسی نوری کے نورانی پر کا قلم اور ہمتِ جبریل چاہیے پھر جا کر کہیں قرطاسِ قلب وجگر پر یہ نقش ظاہر ہو تو کچھ حق کا اظہار ہوگا اور پھر بھی یہ سب سامانِ خواندن و نوشتن وگفتن اپنی بے بضاعتی کی شکایت کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔

حدیث مبارک کی اس جگہ تشریح مقصود نہیں ہے بلکہ صرف کیفیت ورودِ حدیث اور کیفیت مصطفی کریم ﷺ کا مطالعہ کرنا غرضِ اوّلین ہے لیکن یہ کیفیات ہمیں تعلیم دیتی اور سبق سکھاتی ہیں کہ اگر اپنے مالک حقیقی سے کچھ مانگنا ہو اور مانگا ہوا پانا بھی ہو تو یہی اندازِ طلب چاہیے جس پہ عطاء بھی قربان ہوجائے لیکن ان ساری کیفیات کا طاری کرنا یا طاری ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ اس کے لیے عبدیت میں کمال چاہیے یا عبدِ کامل کی عبدیت کا فیضان چاہیے۔

یہ حدیث اس اعتبار سے بہت جامع ہے کہ اس میں اسبابِ ورودِ حدیث، کیفیت ورودِ اپنی کئی اقسام کے ساتھ، نیز مکانِ ورود، زمانِ ورود سب موجود ہیں اور سیرت طیبہ کا کیفیتی پہلو پوری آب وتاب کے ساتھ اس حدیث پاک میں موجود ہے۔

کیفیتِ سماعِ حدیث:

وُرودِ حدیث کے دوران، حدیث وصاحبِ حدیث کی کیفیات کے جو اثرات مرتب ہوئے اور مخاطبین پر جو کیفیات طاری ہوئیں تو یہ بھی سیرت اور علوم الحدیث کا ایک مستقل باب ہے جس کو علیحدہ مرتب کیا جانا چاہیے۔ ذیل میں بطورِ نمونہ چند سطور لکھی جاتی ہیں تاکہ کیفیتِ وُرودِ حدیث کا یہ پہلو بھی اس مضمون میں شامل ہوجائے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سماعتِ حدیث کے دوران یا کیفیات رسول کریم ﷺ سے کیا اثر لیتے، خود ان پر کیا کیفیت طاری ہوتی، سماعتِ حدیث میں اُن کا کیا انداز ہوتا اور ان کے ظاہر وباطن کی آنکھیں وا ہوتیں اور دل ودماغ میں اُجالوں کا ہجوم کیسے ہوتا؟ ان اُمور کے مطالعہ سے یقینا تاریخ محبت کا ایک انمول، منفرد اور روشن پہلو بھی نمایاں ہوتا ہے اور پڑھنے والا اگر صاحبِ ایمان ہو تو اُس کے قلب وجگر اور روح میں ایک عجیب کیفیت اور وجدانی حالت وارد ہوتی ہے جو فکر میں رسوخ، ایمان میں تازگی اور اطاعت میں جنون پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح تحقیق وتدقیق کے راہ نورد کے لیے کئی انوکھے ابواب کو کھول دینے کا باعث بنتی ہے۔

ان کیفیات کے مطالعے کی طرف مستقل اور ایک مسلسل فکری مساعی کو مرتکز کرنے کی ضرورت ہے۔

"عن البراء ابن عاذب قال : خرجنا مع رسول اللہ ﷺ فی جنازۃ فانتھینا إلی القبر فجلس [وجلسنا] کأن علی رؤسنا الطیر۔"(۱۵)

(سیدنا براء ابن عاذبؓ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ کے لیے نکلے، جب ہم قبر کے پاس پہنچے تو آپ بیٹھ گئے اور ہم بھی بیٹھ گئے (اور ایسی خاموشی وادب کے ساتھ بیٹھے کہ جیسے) ہمارے سروں پر پرندہ ہے۔)

اور دوسری روایت میں ہے:

"اذا تکلم إطرق جلساؤہ کأنما علی رؤسھم الطیر۔"(۱۶)

یعنی جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو صحابہ اس قدر خاموشی اور انہماک سے سنتے کہ گویا اُن کے سروں پر پرندے ہیں جو ان کے حرکت کرنے سے اُڑ جائیں گے۔

ان روایات میں صحابہ کرام z کی سماعت حدیث کے دوران یا ورودِ حدیث کے دوران کی کیفیت وحالت کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ کس طرح سر جھکائے ادب سے پوری توجہ اور انہماک سے حدیث پاک سنتے اور ایک ایک لفظ کو قلب وروح میں اُتارتے اور معانی ومفاہیم کو لوحِ دل پر نقش کرتے جاتے۔ اس کے ساتھ ساتھ الفاظِ حدیث کے اثرات کو بھی اپنے ظاہر وباطن میں جذب کرتے جاتے جس سے اُن پر مختلف کیفیات طاری ہوتیں جیسا کہ ذیل کی حدیث میں اس کی وضاحت ہے:

''حضرت عرباض بن ساریہؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور پر نور ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد ہمیں بہت ہی مؤثر نصیحت فرمائی جس سے (صحابہ کرامؓ میں سے) ہر ایک کی آنکھ سے اشک جاری ہو گئے اور ہر دل خوف سے لرز گیا، ایک شخص نے عرض کیا یہ تو اُس شخص جیسی نصیحت ہے جو الوداع ہو رہا ہو تو رسول اللہ ﷺ سے معلوم کر لو کہ آپ ہم سے کس قسم کا عہد لینا پسند فرماتے ہیں؟ اس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، اگر تمہارا حاکم کوئی حبشی غلام بھی مقرر کر دیا جائے تو اُس کا بھی حکم سننا اور اطاعت کرنا، فرمایا میرے بعد جو زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا، اور تم بدعات سے دور رہنا کیوں کر بدعات گمراہی ہیں تو تم میں سے جو بھی ان (روافض وخوارج کی) بدعات کو پائے تو میری اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی سنت کے ساتھ (مضبوطی سے) چمٹ جائے اور اُسے داڑھوں سے (پوری قوت سے) پکڑ لے۔''(۱۷)

حدیثِ مذکور میں نبی کریم ﷺ کی کیفیت ورودِ حدیث سے سامعین کے دل میں جو کیفیت پیدا ہوئی اور آنکھوں سے سیل اَشک کی صورت میں اُس کا اظہار ہوا۔ نیز حدیث کی اثر پذیری یہ سب کچھ پوری آب وتاب کے ساتھ موجود ہے اور اس بات کا غماض بھی ہے کہ ورودِ حدیث کا ورودِ کیفیت

کے ساتھ کس طرح گہرا رابطہ ہے۔

❖❖❖

حوالہ جات

۱۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س ن، ج ۲، رقم: ۴۴۳۸

۲۔ ایضاً، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ انا بک لمحزونون، ج ۲، رقم: ۱۳۰۳

۳۔ مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س ن، رقم الحدیث: 1995

۴۔ ایضاً، رقم الحدیث: 2005

۵۔ الدارمی، ابومحمد عبداللہ (م ۲۵۵ھ)، السنن، باب ماتبقی من تغیر حدیث النبی وقول غیرہ عند غیرہ، دار المغنی، ریاض، ۱۴۲۰ھ ج ۱ رقم: ۴۴۹

۶۔ مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب صلوۃ الاستسقاء، رقم الحدیث: ۲۰۸۶

۷۔ ایضاً، کتاب صلوٰۃ الاستسقاء، رقم: ۲۰۸۵

۸۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجتسانی، امام، السنن، کتاب الصلوٰۃ، باب فی البکاء فی الصلوۃ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س ن، رقم ۹۰۴

۹۔ رازی، فخر الدین، امام، تفسیر کبیر، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ، ۱ / ۲۱۳، ۲۱۴

۱۰۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب التفسیر، بابقولہ فکیف اذا جئنا......، ج ۲، رقم: ۴۵۸۲

۱۱۔ مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل استماع القرآن وطلب القراءۃ من حافظ للاستماع والبکاء
عند القرأۃ والتدبر، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۸۶۷

۱۲۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ ﷺ، ج ۱، رقم: ۲

۱۳۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، امام، السنن، ابواب السفر، باب ماجاء فی صلوۃ الاستسقاء، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س ن، ۱ / ۲۳۸

ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجتسانی، امام، السنن، کتاب الصلوٰۃ، ابواب صلوٰۃ الاستسقاء وتفریعھا، ج ۱، رقم ۱۱۶۱، ۱۱۶۸

النسائی، ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب، السنن، کتاب الاستسقاء، باب الحال اللنبی یستحب الامام ان

یکون علیھا اذا خرج، مکتبہ رحمانیہ،
لاہور، س ن، ۱ / ۲۲۴
ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید، السنن، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ، رقم ۱۱۸۶
الدارقطنی، علی بن عمر، السنن، نشر السنۃ، ملتان، س ن، ۲ / ۶۷
ابن ابی شیبہ، ابوبکر عبداللہ بن محمد، المصنّف، ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۶ھ، ۲ / ۴۷۳
حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ، امام، المستدرک، کتاب الاستسقاء، دارالکتب العلمیہ، بیروت، س ن، ۱ / ۱۲۱۸

۱۴۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، امام، السنن، کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الیدین فی الاستسقاء، ج ۱، رقم ۱۱۷۳

۱۵۔ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید، السنن، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الجلوس فی المقابر، بیت الافکار الدولیہ، الریاض، س ن، رقم: ۱۵۴۹

۱۶۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، امام، الشمائل، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س ن، ص ۷۵۰

۱۷۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، امام، السنن، کتاب العلم، باب الاخذ بالسنۃ واجتناب البدعۃ، ۲ / ۵۵۳
ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، امام، السنن، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، رقم: ۴۶۲۳
دارمی، ابومحمد عبداللہ، السنن، کتاب الطہارۃ، باب اتباع السنہ، رقم: ۹۶

❖❖❖